www.KitaboSunnat.com

آباد شاہ پوری

معراجِ نبوی

شبے دیباچۂ صبحِ سعادت ۔۔۔ ز دولت ہائے روز افزوں زیادت
سوادِ طرّہ اش خجلت دہِ نور ۔۔۔ بیاضِ غرّہ اش نورٌ علیٰ نور
نسیمش جعدِ سنبل شانہ کردہ ۔۔۔ ہوایش اشکِ شبنم دانہ کردہ
طرب را چوں سحر خنداں ازاں لب ۔۔۔ گریزاں روزِ محنت زد شبا شب
دریں شب آں چراغِ اہلِ بینش ۔۔۔ سزائے آفریں از آفرینش
چوں دولت شد ز بد خواہاں نہانی ۔۔۔ سوئے دولت سرائے امّ ہانی
بہ پہلو تکیہ بر مہرِ زمیں کرد ۔۔۔ زمیں را مہدِ جانِ نازنین کرد
دلش بیدار و چشمش در شکر خواب ۔۔۔ ندیدہ چشمِ بخت ایں خواب در خواب
در آمد ناگہاں ناموسِ اکبر ۔۔۔ سبک رو تر ازیں طاؤسِ اخضر
بر و مالید پر کای خواجہ برخیز ۔۔۔ کہ ایں شب خوابت آمد دولت انگیز
بروں پر یک زماں زیں خوابگہ رفت ۔۔۔ تو بخت عالمی بیدار بہ بخت
ازاں دولت سرا چوں خواجۂ دیں ۔۔۔ خراماں شد بہ عزم خانۂ زیں
شد از تسبیحیان گردوں صدا دہ
کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ (جامی)

معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ ہی کا نہیں، پوری تاریخِ انسانیت کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ۔۔۔ جس نے زمانے کے دھارے کا رُخ موڑ دیا اور شاہراہِ حیات پر اخلاق و تمدّن کا ایک ایسا بلند و بالا منارِ نور نصب کر دیا جس کی روشنی سے بے نیاز ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی قافلے ایک قدم بھی راہِ راست پر چل نہیں سکتے۔ لیکن یہ حیرت ناک بات ہے کہ انسان کی عملی زندگی کے لیے یہ مہتم بالشان واقعہ جتنی اہمیت اپنے دامن میں رکھتا ہے، اتنا ہی اس کو عقل و دانش کی پیچیدگیوں اور افسانہ پسندیوں میں گم کر دیا گیا ہے۔ اغیار تو اغیار ہیں، وہ اگر اس عظیم واقعہ کے ظہور کا انکار کریں تو یہ انکار سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو رسولِ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین و ایمان نہیں رکھتے، وہ شبِ اسریٰ میں رونما ہونے والے اس واقعہ کو کیوں کر تسلیم کر سکتے ہیں۔ کور بیں آنکھ اگر روشنی کے وجود ہی سے انکار کرتی ہے تو وہ اس منبع پر کیسے ایمان لے آئے گی جس سے نور کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر ایک عالم کو منور کر رہی ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مگر اپنوں نے کچھ خود کی واماندگیوں اور کچھ غیروں سے ذہنی مرعوبیت کی بنا پر اس واقعہ کو جس طرح تاویلات کا گورکھ دھندا بنا ڈالا ہے، وہ زیادہ افسوسناک ہے۔

ایمان و صدیقیت کا ایک عالم وہ تھا کہ جب حضرت ابوبکرؓ سے قریشِ مکہ شبِ اسریٰ کی واردات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں "لو تمہارے صاحب یہ تو کہتے ہی تھے کہ ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، آج انہوں نے یہ خبر سنائی ہے کہ وہ راتوں رات بیت المقدس اور آسمان کی سیر کر آئے ہیں تو یہ مردِ مومن جو حقیقتِ حال سے بے خبر تھے، کسی تذبذب اور تامل کے بغیر جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضورؐ سچ فرماتے ہیں۔ اور ایک حالت یہ ہے کہ مدتوں سے ذہنی و فکری موشگافیاں جاری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ عنصری کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے تھے یا یہ عالمِ خواب کا واقعہ تھا۔ آج جب کہ انسان سپوتنک اور مصنوعی سیاروں کے ذریعے چاند اور مریخ پر پہنچا اور آسمان میں تھگلی لگایا چاہتا ہے شاید ان لوگوں کے لیے جن کی خرد معراج کی اصل حقیقت سے بہرہ یاب ہونے سے قاصر تھی، بصیرت افروزی کا کوئی سامان مل جائے لیکن اس فکری موشگافی اور بحثم بحثی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ امت کی نظر سے معراج کی اصل اہمیت اوجھل ہو گئی اس کے علماء ذہنی کشتی میں مصروف رہے اور اس کے عوام نے اسے اپنی خوش عقیدگی کا سرمایہ بنا لیا۔

○

معراج کا واقعہ جس وقت پیش آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق دیتے ہوئے گیارہ برس گزر چکے تھے۔ مکہ میں جن سعید روحوں کو اس دعوت پر لبیک کہنی تھی، وہ کہہ چکی تھیں اور اب متمردین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شورہ پشتوں یا ایسے لوگوں کے سوا جن کے دل کی آنکھیں دعوتِ حق کی فتوحات اور کامرانیوں ہی سے کھل سکتی تھیں اور کوئی باقی نہ رہا تھا اور اب یہ دعوت نئے مرکز کو منتقل ہونے کو تھی جہاں اُسے ایک اسٹیٹ کی روح رواں بننا تھا۔ اب تک اس دعوت کا دائرہ عقائد و نظریات کو دلوں میں راسخ کرنے اور انفرادی اخلاق و کردار کی اصلاح تک محدود تھا۔ آئندہ اس کی بنیادوں پر ایک ایسی مملکت تعمیر کی جانے والی تھی جسے رہتی دنیا تک قوموں اور ملکوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا نمونہ بننا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حضور بلا کر وہ اصول عطا کیے جن پر مدینہ کی اسلامی ریاست اور مسلم معاشرہ قائم کیا جانے والا تھا۔

یہ اصول سیاست، اخلاق، تمدن، معاشرت، معیشت، تجارت، تعلیم غرض ہر شعبۂ زندگی سے متعلق تھے۔ ان میں بتایا گیا تھا کہ ایک اسلامی ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ کی ذات ستودہ صفات ہے اسی شاہنشاہ کی بندگی اور غلامی اس ریاست کا مقصدِ وجود ہونا چاہیئے۔ تمدن میں خاندان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور افرادِ خاندان کے باہمی خوشگوار تعلقات پر ہی اس تمدن کی مضبوطی اور قوت کا انحصار ہے۔ معاشرہ کے مختلف طبقات باہم ہمدرد، بہی خواہ اور مصائب و آلام میں مددگار بننے چاہئیں دولت کے ضیاع، —— بخل اور اسراف سے بچ کر معیشت کی بنیادیں استوار کرنی چاہئیں۔ وسائلِ رزق کا جو انتظام اللہ نے کر دیا ہے اس کو بعینہٖ برقرار رکھنا چاہیئے۔ معاشی مشکلات اور رزق کی کمی کے خوف سے افزائشِ نسل کی روک تھام نہیں کرنی چاہیئے کہ رزق کی کنجیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جو تمہیں رزق دیتا ہے وہی آنے والی نسلوں کو بھی دے گا۔ نہ صرف فواحش اور بدکاری کے دروازے کلیتہً بند کر دینے چاہئیں بلکہ ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیئے جس سے یہ دروازے کھلتے ہی نہ پائیں۔ انسانی جان کا احترام کرنا چاہیئے اور حق کے بغیر کسی انسان کا خون نہیں بہانا چاہیئے، عہد و پیمان کا پاس کرنا چاہیئے کہ اس کی اللہ کے ہاں جوابدہی کرنا ہو گی۔ تجارت صدق و دیانت اور ٹھیک ٹھیک ناپ تول پر مبنی ہونی چاہیئے۔ نظامِ تعلیم کی بنیاد وہم و گمان کے بجائے علم پر رکھنی چاہیئے۔ غرور و نخوت سے بچنا چاہیئے۔

یہ تھے انسان کی حیاتِ اجتماعی کے وہ اصول جو معراج کی بابرکت اور عظیم رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نوعِ انسان کو دیئے گئے۔ ان اصولوں پر مدینہ کی جو اسلامی ریاست قائم ہوئی اور جو اسلامی معاشرہ وجود میں آیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ ایک ایسا معاشرہ تھا جو ایک اللہ کے سوا کسی کے آگے سرنگوں نہ ہوتا تھا، جس کے افراد سگے بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کے ہمدرد، بہی خواہ اور مددگار تھے، جو پاکیزگیٔ فکر و نظر اور طہارتِ اخلاق و کردار کا پیکر تھے، جو تجارت،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیشت، معاشرت اور سیاست غرض زندگی کی ہر کسوٹی پہ کھرا سونا تھے۔ جن کے عہد و پیمان پہ دشمن بھی اعتماد کرتا تھا اور جن کی زندگی سادگی، فیاضی، خوفِ خدا اور مسئولیتِ آخرت کے احساس سے عبارت تھی اور جو ریاست وجود میں آئی وہ امن و امان، نظم و ضبط، عدل و قسط، انسانی مساوات اور نظریہ عمل کی ہم آہنگی کا ایک دلپذیر مرقع تھی۔ جہاں جاہلی امتیازات اور طبقاتی تفریقات ناپید تھیں اور حکمران اور عوام ایک ہی قانون کے تحت زندگی بسر کرتے تھے۔ جہاں اگر کوئی امتیاز تھا تو ان نظریات و عقائد پہ ایمان اور عمل کی بنیاد پہ تھا جس پہ یہ ریاست اور معاشرہ قائم تھا۔

○

شبِ معراج کی سب سے بڑی اہمیت یہی ہے اور آج بھی اس کے دامن میں کوئی پیغام مسلمانوں کے لیے ہے تو یہی کہ جو اصولِ اخلاق و تمدن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بارگاہ میں بلا کر عطا کیے تھے ان پہ وہ اپنے معاشرہ اور ریاست کی بنیادوں کو از سرِ نو استوار کریں۔ دنیا کو آج بھی ان اصولوں کی ویسی ہی ضرورت ہے، جیسی ضرورت اس وقت تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفرِ معراج پہ بلایا گیا۔ بلکہ دنیا سے پہلے خود مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ وہ جہاں آزاد ہیں وہاں اپنے نفس و خواہشات کی بندگی کر رہے ہیں اور جہاں محکوم ہیں وہاں اغیار کے آگے سرنگوں ہیں۔ ان کا معاشرہ پراگندگی اور باہمی عناد کا شکار ہے۔ ایک دوسرے کی ہمدردی، بہی خواہی اور دکھ سکھ میں موانست قصۂ ماضی بن چکا ہے۔ ان کا تمدن جن بنیادوں پہ قائم تھا وہ ایک ایک کر کے ڈھے چکی ہیں۔ فواحش، بدکاری اور بے حیائی کا ایک طوفان ہے جو امڈا آ رہا ہے۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ مسلمان کی جان بغیر کسی حق کے مباح قرار پا چکی ہے۔ بخل اور اسراف نے ان کی معیشت کو تہ و بالا کر رکھا ہے۔ اللہ کی رزاقیت پر ان کا ایمان اٹھ چکا ہے اور ہر جگہ وہ قتلِ اولاد کے منصوبے تیار کر رہے ہیں۔ بد دیانتی اور بدعہدی، جہالت اور وہم و گمان کی پیروی اور غرور و تکبر ان کی قومی خصوصیات بن چکی ہیں۔ خلاقی قدریں ایک ایک کر کے دم توڑتی جا رہی ہیں۔ ان کی زندگی اسی پیغام کو اپنانے میں ہے، جو شبِ معراج ان کو دیتی ہے۔

سریتَ مِنْ حَرَمٍ لَیلًا اِلٰی حرمٍ — کما سری البدر فی داجٍ من الظلم
وبِتَّ ترقی الی ان نلتَ منزلۃً — من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم
وانت تخترق السبع الطباق بھم — فی موکبٍ کنت فیھم صاحب العلم
حتی اذا لم تدع شأوًا لمستبقٍ — من الدنو ولا مرقًی لمستنم
یا ربِّ صلِّ وسلّم دائمًا ابدًا — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(امام بوصیریؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ